عظمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین اور قرآن

مفتی ابو رفیدہ عارف محمود، رفیق شعبہ تصنیف وتالیف واستاد جامعہ فاروقیہ کراچی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم

امام الانبیا، خاتم النبیین، جناب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالی نے تاقیامت انسانیت کی رُشد وہدایت کے لیے آخری نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالی نے انسانیت کو دنیا وآخرت کی کامیابیاں دلانے کے لیے اپنا کامل ومکمل دین عنایت فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کا حکم دیا کہ جو کچھ ہم نے آپ کو دین کی صورت میں عطا کیا ہے آپ اس کی تبلیغ کیجیے۔

خوش نصیب افراد

دوسری طرف خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اور پاکیزہ زندگی کو اہلِ ایمان کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا، حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مقدس جماعت ہے، جنہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لائے ہوئے دین پر نہ صرف ایمان لایا، بلکہ قرآن کو نازل ہوتے ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا عملی طور سے مشاہدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو سیکھا اور وہ اس کے اول پھیلانے والے خوش نصیب افراد ہیں۔

مقدس جماعت

یہی وہ مبارک اور پاک باز جماعت ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور مصاحبت کے لیے چنا اور منتخب فرمایا، چناں چہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم دین کی بنیاد اور معیارِ ایمان ہیں، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اور پاکیزہ زندگی کو سمجھنے، پہچاننے اور اس پر عمل کرنے کے لیے اگر کسی کی زندگی معیار ہو سکتی اور یقینا ہے بھی تو وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک ومقدس جماعت ہے۔

یہی وہ جماعت ہے جس نے براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے استفادہ کیا، چناں چہ جو فیض انہوں نے پایااور ایمان کی جو کیفیت وحلاوت ان کو حاصل ہوئی، وہ بعد والوں کے لیے میسر آنا ممکن نہیں، اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں اگر کسی نبی کے ساتھیوں کی من حیثُ الجماعت سب کے سب کی تعریف وتقدیس بیان کی ہے تو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی جماعت ہے، اس طور پر کہ اللہ رب العزت نے صحابہ کرام کی پوری کی پوری جماعت کو راضی ومرضی اور راشد ومرشد فرمایاہے۔

عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم

قرنِ اوّل سے لے کر آج تک استمرار ودوام کے ساتھ امّتِ مسلمہ اہلِ سنّت والجماعت کا یہ اتفاقی واجماعی عقیدہ رہا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عادل ومتقن ہیں، اگر وہ کسی بات پر متفق ہو جاتے ہیں توان کا یہ اجماع واجتماع امتِ مسلمہ کے لیے حجّت شرعیہ بن جاتاہے اوراس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ اور مبارک جماعت عاداتِ کریمہ، خصائلِ حمیدہ شمائلِ فاضلہ، اخلاق عظیمہ اور شریعت کے تمام مسائل ودلائل، حقائق وآداب کے بارے میں علماًاور عملاًرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات نبوت کی آئینہ دار اور مظہراتم ہے، انہی پاک باز نفوس کی اتباع امتِ مسلمہ کو ضلالت وگمراہی سے بچاسکتی ہے۔

مفکراسلام، مولاناابوالحسن علی ندوی صاحب کا قول:

مفکراسلام، حضرت مولاناابوالحسن علی ندوی صاحب حضرات صحابہ کرام کے بارے میں فرماتے ہیں:

”یہ ان مردان خدا کی تاریخ ہے کہ جب ان کے پاس اسلام کی دعوت پہنچی توانہوں نے اس کودل وجان سے قبول کیااور اس کے تقاضوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا: ﴿رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا﴾. (سورۃ آل عمران، آیت:193)

اور اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا، چناں چہ ان کے لیے اللہ کے راستے کی مشقتیں معمولی او رجان ومال کی قربانی آسان ہو گئی، حتی کہ اس پر ان کا یقین محکم اور پختہ ہو گیا اور بالآخر دل ودماغ پر چھا گیا، غیب پر ایمان، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اہل ایمان پر شفقت، کفار پر شدت، نیز آخرت کو دنیا پر، ادھار کو نقد پر، غیب کو شہود پر اور ہدایت کو جہالت پر ترجیح اور ہدایت عامہ کے بے پناہ شوق کے عجیب وغریب واقعات رونما ہونے لگے۔

اللہ کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لانے، مذاہب کے ظلم وجور سے اسلام کی عدل گستری میں پہنچانے، دنیا کی تنگیوں سے آخرت کی وسعتوں میں لے جانے اور دنیوی مال ومتاع اور زیب وزینت سے بے پرواہو جانے، اللہ سے ملنے اور جنت میں داخل ہونے کے شوق کے محیر العقول واقعات سامنے آنے لگے، انہوں نے اسلام کی نعمت کو ٹھکانے لگانے، اس کی برکتوں کو اقصائے عالم میں عام کرنے اور چپے چپے کی خاک چھاننے کے بے پایاں جذبات میں بلند ہمتی ودقیقہ رسی کے باعث، اپنے گھر بار کو چھوڑا، راحت وآرام کو خیر باد کہا اور اپنی جان ومال کی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا، حتیٰ کہ دین کی بنیادیں قائم ہو گئیں، دل اللہ کی طرف مائل ہو گئے اور ایمان کے ایسے مبارک، جاں فزا اور طاقت ور جھونکے چلے، جس سے توحید وایمان اور عبادات وتقوی کی ’’سلطنت قائم ہو گئی، جنت کا بازار گرم ہو گیا، دنیا میں ہدایت عام ہو گئی اور لوگ جوق درجوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم اور قرآن

حضرت ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ کسی مبالغہ، یا محض عقیدت کا نتیجہ نہیں، اس پر نہ صرف خدا کا کلام، قرآن مجید شاہد ہے، بلکہ تاریخ انسانی، جو ایک حقیقت ارضی ہے، وہ بھی گواہ ہے، یوں تو پورا قرآن کریم جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقدیس وتعریف سے بھرا ہوا ہے، قرآن پاک کے تیسوں پارے ان کی عظمت وبزرگی کا واشگاف الفاظ میں اعلان کر رہے ہیں، یہاں بطور نمونے کے چند آیات اوران کا ترجمہ ذکر کرتے ہیں، تاکہ ایک عام مسلمان قاری اس کا اندازہ لگا سکے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو کیا فضل وکمال حاصل تھا: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ

﴿أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾.

(سورۃ الفتح، آیت:29)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں، (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں، تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں، (غرض) اللہ کے فضل اور خوش نودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں، اُن کی علامتیں سجدے کے اثر سے اُن کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ہیں اُن کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں اور انجیل میں اُن کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو، جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہو گئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کاشت کار اس سے خوش ہوتے ہیں، تاکہ اللہ تعالی ان (کی ترقی) سے کافروں کے دل جلائے، یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کیا ہے۔(آسان ترجمہ قرآن: 1575/3)

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾.

(سورۃ الانفال، آیت:72)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے ہجرت کی ہے اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے، وہ اور جنہوں نے ان کو (مدینہ میں) آباد کیا اور ان کی مدد کی، یہ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی وارث ہیں۔(آسان ترجمہ:550/1)

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾. (سورۃ آل عمران، آیت: 103)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ نے جو تم پر انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت تھا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے

اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، اللہ نے تمہیں اس سے نجات عطا فرمائی، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کھول کر واضح کرتا ہے، تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔ (آسان ترجمہ قرآن 212/1)

﴿هُوَ الَّذِيٓ أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِۦ وَبِالْمُؤْمِنِينَ، وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّآ أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُۥ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾. (سورۃ الانفال، آیت 63)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے اپنی مدد کے ذریعے اور مؤمنوں کے ذریعے تمہارے ہاتھ مضبوط کیے اور اُن کے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت پیدا کردی، اگر تم زمین بھر کی ساری دولت بھی خرچ کرلیتے تو ان کے دلوں میں یہ الفت پیدا نہ کرسکتے، لیکن اللہ نے ان کے دلوں کو جوڑ دیا، وہ یقیناً اقتدار کا مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (آسان ترجمہ قرآن 546/1)

مذکورہ بالا آیات کا خلاصہ

قرآن کریم میں اس مضمون کی اور بھی بہت ساری آیات موجود ہیں، لیکن جو آیات ہم نے ذکر کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل ایمان میں اخوت و برادری کا تعلق ہوتا ہے، ایمان والوں کو اللہ تعالی کی رسی مضبوطی سے تھامے رکھنی چاہیے، کیوں کہ اللہ نے ہی دیرینہ دشمنیوں کو محبت و الفت میں بدل دیا اور اب ایمان والوں کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنادیا، یہی وہ ایمان والے ہیں جن کے ذریعے اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور مدد و نصرت فرمائی، ان کے دلوں میں الفت و شفقت ڈال دی، پھر بتلایا کہ اہل ایمان کی وہ اولین جماعت، جو مہاجرین اور انصار ہیں، مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں، مہاجرین کو ٹھکانہ فراہم کرنے والے اور ان کی نصرت و امداد کرنے والے ہیں، ایک دوسرے کے دوست اور امین، معاون و مددگار ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنے والے مقدس اور پاک باز لوگوں کی جماعت ہے، کفار کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان، نرم دل اور شیر و شکر ہیں۔

عبادت خداوندی میں مصروف رہتے ہیں اپنے رب کی رضا کو چاہنے والے ہیں، ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار و انوار ان کے مبارک چہروں سے ظاہر و تاباں ہیں، صحابہ کرام کی یہ صفات صرف قرآن کریم ہی میں نہیں، بلکہ اس سے پہلے کی کتابوں، تورات، انجیل میں بھی مذکور چلی آرہی ہیں۔

صحابہ کرام کی جماعت کو اللہ تعالی نے تدریجاً ارتقاعطا فرمایا، اسی طرح تدریجاً دین اسلام اور اہل ایمان کا غلبہ اور ارتقا ہو گا، ان کی ترقی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث خوشی ہے اور ان کے دشمنوں و کفار کے لیے باعث عداوت ہے، اللہ نے ان صحابہ سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ رب العزت نے یہ بھی بتلایا کہ صحابہ کی جماعت کو معتدل جماعت بنایا ہے، یہ لوگوں پر گواہ ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر گواہ ہوں گے، یہ صحابہ وہ لوگ ہیں جو اس نبی کی اتباع و پیروی کرتے ہیں جس کی صفات تورات وانجیل میں مذکور ہوئی ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا، آپ کی رفاقت اختیار کی، مدد و نصرت کی اور آپ پر اترے ہوئے قرآن کریم کی اتباع کی، وہی لوگ (صحابہ کرام) اپنی مراد کو پہنچنے والے اور فلاح پانے والے ہیں۔

اللہ تعالی نے مہربانی فرمائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر، ان کے ساتھی مہاجرین وانصار پر، جو ان کے ساتھ مشکل وقت میں ساتھ رہے، وہ ایمان والے جنہوں نے درخت کے نیچے اللہ کے نبی کے ہاتھ پر بیعت کی، اللہ ان سے راضی ہوا، ان پر سکینہ نازل فرمایا اور صحابہ میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے، ان کی مدد کرنے والے انصار، ان کے پیروکار، ان سب سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے جنت تیار کر رکھی ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے اور یہی صحابہ کامیابی کو پانے والے ہیں۔

اللہ نے قرآن پاک کو نازل فرمایا، اس سے خوف خدا رکھنے والے صحابہ کرام کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کی کھال اور دل اللہ کے ذکر سے نرم ہو جاتے ہیں، اللہ کی آیات پر ایمان لانے والے صحابہ جب ان آیات کو سنتے ہیں تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اس پاک ذات کو یاد کرتے ہیں، ان کے پہلوں اپنی خواب گاہوں سے دور رہتے ہیں، یہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور اس کے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں، لہٰذا ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے جو کچھ اللہ نے چھپا رکھا ہے وہ کسی نفس کو معلوم نہیں اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والا بھی ہے۔

اور یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، بڑے گناہوں اور بے حیائی سے اجتناب کرتے ہیں، غصہ آجائے تو معاف کرتے ہیں، اپنے رب کے حکم کو انہوں نے مان لیا ہے اور نماز کو قائم کیا ہے، ان کے معاملات باہمی مشاورت سے طے پاتے ہیں، ان اہل ایمان صحابہ میں سے کتنے ہی وہ مرد ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو سچ کر دکھایا اور اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور کتنے ہی ایسے ہیں جو انتظار میں ہیں اور ان میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں آئی، اللہ سچوں کو بدلہ دے گا اور منافقین کو چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف فرمادے، اللہ تعالیٰ بخشنے والے اور مہربان ہیں، کیا وہ جو رات کی گھڑیوں میں بندگی میں لگا ہوا ہے سجدے کرتا ہے، قیام کرتا ہے، آخرت کا ڈر رکھتا ہے، اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے، تو کیا سمجھ رکھنے والے اور نا سمجھ برابر ہو سکتے ہیں، ہر گز نہیں۔

ایمان اور دیگر ایمانی صفات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تقویٰ، پرہیزگاری، انفاق فی سبیل اللہ اور اخلاص نیت وغیرہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ کاربند اور عمل پیرا رہے اور باہمی الفت و محبت، شفقت و رحمت کی صفت پر بھی ان کا عمل دائمی رہا، کیوں کہ اللہ نے ان پر پرہیزگاری کی بات کو لازم کر دیا تھا اور وہ اس کے حق دار اور اہل بھی تھے۔

عظمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قرآن :Re

جمعرات جولائی 19, 2012 12:51 pm مراسلہ از: اعجاز الحسینی»

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

انہی اوصاف کریمہ اور خصال حمیدہ کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”من کان مستنا فلیستن بمن قدمات، فإن الحی لاتؤمن علیھا الفتنۃ، أولئک أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا أفضل ھذہ الأمۃ، أبرھا قلوبا وأعمقھا علماً، وأقلھا تکلفا، اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولإقامۃ دینہ، فاعرفوا لھم فضلھم واتبعوھم علی آثارھم، وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم وسیرھم، فإنھم کانوا علی الھدی المستقیم“. (جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر، رقم:2/134,1810، مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، رقم: 1/111,193)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے تو اُن کی راہ اختیار کرے جو اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں، جو اس امت کا افضل ترین طبقہ ہے، قلوب ان کے پاک تھے، علم ان کا گہرا تھا، تکلیف اور تصنع ان میں کالعدم تھا، اللہ جل شانہ نے انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور دین کی اشاعت کے لیے چنا تھا، اس لیے ان کی فضیلت اور برگزیدگی کو پہچانو، ان کے نقش قدم پر چلو اور طاقت بھر ان کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو مضبوط پکڑو، اس لیے کہ وہی ہدایت کے راستے پر تھے۔

حضرت ابن مسعود ہی سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں:

"إن اللہ نظر فی قلوب العباد، فاختار محمداً صلی اللہ علیہ وسلم، فبعثہ إلی خلقہ، فبعثہ برسالتہ، وانتخبہ بعلمہ، ثم نظر فی قلوب الناس بعدہ، فاختار اللہ لہ اصحاباً فجعلھم أنصارَ دینہ ووزراء نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم، فمارآہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن، ومارآہ المؤمنون قبیحاً فھو عند اللہ قبیح". (حلیۃ الاولیا، رقم الترجمہ: 84، الطفاوی الدوسی، 376/1)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے تمام بندوں کے دلوں پر پہلی دفعہ نگاہ ڈالی تو ان میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند فرمایا اور انہیں اپنا رسول بنا کر بھیجا اور ان کو اپنا خاص علم عطا فرمایا، پھر دوبارہ لوگوں کے دلوں پر نگاہ ڈالی اور آپ کے لیے صحابہ کرام کو چنا اور ان کو اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری کا اٹھانے والا بنایا، لہذا جس چیز کو مؤمن (یعنی صحابہ کرام) اچھا سمجھیں گے وہ چیز اللہ کے ہاں بھی اچھی ہو گی اور جس چیز کو بُرا سمجھیں گے، وہ چیز اللہ کے ہاں بھی بُری ہو گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت ابوارکہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے اور داہنی طرف رخ کر کے بیٹھ گئے تو ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ آپ بے چین اور غمگیں ہیں، حتی کہ جب سورج مسجد کی دیوار سے ایک نیزہ بلند ہوا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر اپنے ہاتھ کو پلٹ کر فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے حضرت محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا ہے، آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا ہے، صبح کے وقت ان کی یہ حالت ہوتی تھی کہ رنگ زرد اور بال بکھرے ہوئے اور جسم غبار آلود ہوتا تھا، ان کی پیشانی پر (سجدے کا) اتنا بڑا نشان نمایاں ہوتا تھا جتنا بڑا نشان بکری کے گھٹنے پر ہوتا ہے، ساری رات اللہ کے سامنے سجدہ اور قیام ہی میں راحت حاصل کرتے تھے، جب صبح ہو جاتی اور وہ اللہ کا ذکر کرتے تو ایسے جھومتے جیسے کہ تیز ہوا کے دن (یا بادِ صبا کے وقت) درخت جھومتا ہے اور اس طرح روتے کہ کپڑے گیلے ہو جاتے، خدا کی قسم (ان کے رونے سے یوں نظر آتا تھا کہ) گویا انہوں نے رات غفلت میں گزار دی ہو، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور اس کے بعد کبھی آہستہ ہنستے ہوئے بھی نظر نہ آئے، یہاں تک کہ اللہ کے دشمن ابن ملجم فاسق نے آپ کو شہید کر دیا۔ (حلیۃ الاولیا، رقم الترجمہ: 4، علی بن ابی طالب، 76/1)

صفات صحابہ رضی اللہ عنہم

قرآن وحدیث میں مذکور ان تمام صفات میں بے شک تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک ہیں، خواہ مہاجرین ہوں یا انصار، مکے کے رہنے والے ہوں یا مدینہ کے، قریشی ہوں یا کسی اور قبیلے کے، عربی ہوں یا عجمی، وہ تمام کے تمام باہمی خیر خواہی، ہمدردی، غم خواری اور خوش خلقی میں بے نظیر و بے مثال تھے، زمانہ ان کی مثال لانے سے عاجز ہے، پھر ان سب میں خصوصاً خلفائے اربعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت میں بہترین اور افضل ترین لوگ ہیں، یہ لوگ آپس میں شیر و شکر تھے، ایک دوسرے کے معاون و مددگار تھے، ان میں کسی طرح کا اختلاف و انتشار نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ ان میں باہمی رشتے بھی ہوئے، حضرات شیخین حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بابرکت دور میں امت مسلمہ متفق و متحد تھی، اس مبارک دور میں امت میں دُور دُور تک کہیں بھی کسی طرح کے نظریاتی اختلاف کا وجود نہ تھا، پوری امت یک جان و یک قالب کفر کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند مقابلہ کے لیے سینہ سپر تھی۔

نظریاتی اختلافات کی ابتدا

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ابتدائی زمانۂ خلافت بھی اختلافات سے محفوظ تھا، البتہ ان کی خلافت کے آخری زمانہ میں "ابن سبا" نامی ایک یہودی الاصل شخص نے "آل رسول" کے خوش نما نعرے کی آڑ میں امت میں اختلاف و افتراق اور انتشار کا بیج بویا، اسی نقطۂ نظر پر ایک مستقل اور اسلام کے متوازی مذہب کی بنیاد رکھی گئی، ابتدا میں بہت سادہ اور عام الفاظ میں یہ کہا گیا

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و قریب ہیں، تو لہٰذا وہی جانشینی و خلافت کے زیادہ حق دار و مستحق ہیں، حالاں کہ قرابت اور آل رسول کے لبادہ میں لپٹا ہوا یہ نعرہ جتنا سادہ اور خوش نما ہے، اتنا ہی یہ تعلیمات الٰہی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی 23 سالہ مبارک زندگی اور آپ کے لائے ہوئے دین اور اس کے منشا کے بھی خلاف تھا، اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نسلی امتیاز اور خاندانی فخر و غرور کے تمام بتوں کو نہ صرف پاش پاش کر دیا، بلکہ عزت و شرافت، بزرگی و بڑائی، سیادت و قیادت کا مدار ''تقویٰ'' کو قرار دیا ہے۔

''الاتقیٰ'' کا مقام

قرآن کریم کا واضح اور ببانگ دہل یہ اعلان ہے کہ صفتِ تقویٰ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام جماعت صحابہ کرام میں ممتاز و فائق اور سب کے سرتاج سرخیل تھے، قرآن نے ''الاتقیٰ'' سب سے زیادہ متقی کا تاج انہی کے سر پر سجایا ہے، قرآن کی یہ کوئی من گھڑت اور تراشیدہ تفسیر نہیں، بلکہ خود سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب کوفہ کی جامع مسجد میں بر سر منبر سوال کیا گیا کہ آپ لوگوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیوں بنایا؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دین کے کاموں میں سب سے اہم تر نماز ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی کو ہمارا ''امام نماز'' بنایا تھا، حالاں کہ میں وہاں موجود تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میری وہاں موجودگی کا علم بھی تھا، مگر اس کام کے لیے آپ نے مجھے یاد نہیں فرمایا، بلکہ حضرت ابو بکر کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، لہٰذا جس شخص کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کی امامت کے لیے منتخب فرمایا ہے، ہم نے دنیا کی امامت و قیادت کے لیے بھی اسی کو منتخب کر لیا ہے۔

جھوٹا پروپیگنڈہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان تعلیمات کے برعکس ابن سبا اور اس کے پیروکاروں نے اُس زمانے سے لے کر آج تک عوام اور جاہل طبقہ میں بڑی شدّ و مد کے ساتھ یہ پروپیگنڈہ کیا کہ خلافت صرف حضرت علی کا حق تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، خصوصاً خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے، العیاذ باللہ ان کے حق کو غصب کیا، ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا، خاندان نبوت پر بڑے بڑے مظالم ڈھائے، جو زبان و بیان سے بالاتر ہیں، اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے درمیان

اختلاف تھا، وغیرہ وغیرہ، انہوں نے ان مبارک ہستیوں اور پاک باز نفوس کے درمیان کشیدگی اور رنجیدگی کی نہ جانے کتنی افسانوی داستانیں گھڑ لیں ہیں اور انہیں حق و باطل کا معیار قرار دے کر بڑے زور شور سے بیان کرتے پھرتے ہیں، حالاں کہ یہ سب محض جھوٹ اور من گھڑت ہے، اس کا حقیقت سے دور دور تک کا بھی کوئی علاقہ و تعلق نہیں۔

صحابہ کے آپس میں تعلقات

خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم خاص طور سے اور باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے خاندان نہ صرف باہم شیر وشکر تھے، بلکہ ہر ایک دوسرے کا غم خوار، غم گسار، ہم درد، مہربان اور حقوق کو ادا کرنے والے تھے، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فریقین کی کتابوں میں سینکڑوں احادیث و روایات مروی ہیں، جن سے صحابہ کرام کے عمومی اور خلفائے ثلاثہ کی خصوصی فضیلت، منزلت و مرتبت اور بزرگی و تقویٰ کا اظہار ہوتا ہے، یہ بات صرف اہل سنت کی معتبر کتابوں سے ہی ثابت نہیں، بلکہ اہل تشیع کی بنیادی اور معتبر کتابوں میں بھی خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس کو فریق ثانی بھی نہیں جھٹلا سکتا ہے۔

ہوا کے رخ پہ چلتا ہے چراغِ آرزو اب تک

دلِ برباد میں اب بھی کسی کی یاد باقی ہے

Re: عظمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قرآن

جمعرات جولائی 19, 2012 12:52 pm مراسلہ از: اعجاز الحسینی»

جو چیز نص قرآنی اور سنت مشہورہ کے خلاف ہو وہ مردود ہے

حضرات صحابہ کرام اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت و منقبت، بزرگی و تقویٰ قرآن و سنت سے ثابت ہے، البتہ روایات اور تاریخ کی کتابوں میں کچھ تاریخی روایات میں ان حضرات کے درمیان مناقشات، ناراضگی اور مشاجرات کا شائبہ ہوتا ہے، یہ نادان اور حقیقت ایمان سے محروم لوگ ان کے درمیان تنازعات و رنجیدگی کے جو نقشے کھینچتے ہیں، نصوص قرآنیہ اور سنت مشہورہ کے مقابلہ میں ان کی چنداں حیثیت نہیں اور نہ ہی وہ قرآن و سنت کے معارض بن سکتی ہیں، اس لیے کہ اہل سنت اور اہل تشیع کا اس بات پر اتفاق ہے اور یہ فریقین کے ہاں مسلمہ ہے کہ جو روایت بھی نص قرآنی اور سنت مشہورہ مسلّمہ کے خلاف مروی ہو اور اس کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو، یا تطبیق و موافقت کی کوئی صورت نہ بن سکتی ہو، تو وہ قابل تسلیم نہیں ہوتی، بلکہ قابل رد ہوتی ہے ۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

ابن سبا کے پیروکار چوں کہ جھوٹی روایات گھڑ گھڑ کر آل بیت کی طرف منسوب کرتے تھے، چناں چہ شیعوں کی معتبر کتاب" رجال کشی" میں حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: " فاتقوا اللہ، لاتقبلوا علینا ما خالف قول ربنا تعالی وسنۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم". (تذکرہ مغیرہ بن سعید، ص:146)

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ سے خوف کرو، جو چیز کتاب اللہ اور سنت نبوی علیہ السلام کے برخلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کرکے مت قبول کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے

امالی شیخ صدوق" میں حضرت جعفر صادق و محمد باقر رحمہم اللہ کی سند سے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے" : "فما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فدعوہ". (مجلس: الثامن والخمسون، ص، 221:)

ترجمہ: یعنی وہ بات جو کتاب اللہ کے موافق پائی جائے اس کو قبول کرو اور جو بات کتاب اللہ کے مخالف معلوم ہو اس کو چھوڑدو۔

احتجاج طبری" میں حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبۂ حجۃ الوداع کے سلسلے میں" یہی بات نقل کی ہے: "فإذا اتاکم الحدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ عز وجل وسنتی، فما وافق کتاب اللہ وسنتی فخذوا بہ، وما خالف کتاب اللہ وسنتی فلا تاخذوا بہ". (احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی علیہما السلام فی انواع شتی ص:229)

ترجمہ: امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سنت پر پیش کرو، جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو اس کو قبول کرو اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے برخلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو۔

اہل سنت والجماعت کا مسلّمہ قاعدہ

اہل سنت والجماعت کے ہاں تو یہ ایک مستقل قاعدہ اور مسلمہ حقیقت ہے کہ نص قرآن اور سنت مشہورہ کے خلاف جو روایت پائی جائے تو وہ مردود ہے اور قابل التفات ولائق توجہ نہیں، چناں چہ حافظ المشرق علامہ خطیب بغدادی (المتوفی 463ھ) ''الکفایۃ فی معرفۃ اصول علم الروایۃ'' میں لکھتے ہیں: ''عن أبي ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال: سیأتیکم عني أحادیث مختلفۃ، فما جاء کم موافقاً لکتاب اللہ وسنتي فھو مني، وما جاء کم مخالفاً لکتاب اللہ تعالیٰ وسنتي فلیس مني''.

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف منسوب شدہ مختلف قسم کی روایات عنقریب تمہارے پاس پہنچیں گی، جو کتاب اللہ اور میری سنت (مشہورہ) کے مطابق ہوں وہ درست ہوں گی اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے معارض ہوں، وہ صحیح نہیں ہوں گی۔ (باب: فی وجوب اطراح المنکر والمستحیل من الاحادیث، رقم الحدیث: 552/2,1309)

اس کے علاوہ اصول فقہ کی مشہور و معروف کتابوں میں بھی صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ کتاب اللہ کے خلاف پائی جانے والی روایت قابل رد ہے، وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں، بلکہ خود ساختہ اور مصنوعی چیز ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابوالطفیل نے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ''حدثوا الناس بما یعرفون، ودعوا ما ینکرون، اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ؟''.

لوگوں کو مشہور و معروف چیزیں بیان کرو اور غیر معروف یعنی منکر باتیں عوام میں ذکر مت کرو کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے؟

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تذکرۃ الحفاظ" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "فقد زجر الامام علي رضی اللہ عنہ عن روایۃ المنکر، وحثّ علی التحدیث بالمشہور، وھذا أصل کبیر فی الکف عن بث الأشیاء الواھیۃ والمنکرۃ من الأحادیث فی الفضائل والعقائد والرقائق". (امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، 13/1)

ترجمہ: ہمارے امام ومقتدیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں شاذ ومنکر روایات کے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور مشہور ومعروف چیزوں کے بیان کرنے میں رغبت دلائی ہے اور بے سروپا وبے اصل روایات کے پھیلانے اور تشہیر کرنے سے روکنے کے لیے یہ شان دار قاعدہ بیان فرمایا ہے، یہ روایات خواہ عقائد سے تعلق رکھتی ہوں، یا فضائل اور ترغیبات کے باب سے ہوں، سب کی خاطر یہ قانون ضروری اور لازمی ہے۔

ملی وقومی اتحاد کا نسخہ کیمیا

اہل سنت اور اہل تشیع کی معتبر کتابوں میں موجود ان مسلمہ قواعد پر عمل درآمد سے ہی دین اور ایمان کی حفاظت ونگہ داشت ممکن ہے اور یہی وہ نسخہ کیمیا ہے جو ملی وقومی اتحاد کا باعث وسبب بن سکتا ہے۔

بشکریہ ماہنامہ الفاروق